بیمہ کی حقیقت

محمد شکیل خان

''فاضل علومِ اسلامی''

بیمہ انگریزی لفظ انشور Insure کا ترجمہ ہے۔ عربی میں اَلتَّاْمِیْن کہتے ہیں جس کے معانی یقین دہانی کے ہیں۔ بیمہ پالیسی خریدنے والے کو مُسْتَامِنْ کہتے ہیں۔ فی لغۃ العرب۔ چونکہ کمپنی بیمہ کرانے والے کو مستقبل کے بعض خطرات سے حفاظت اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کر دیتی ہے۔ اس لئے اسے انشورنس کمپنی کہتے ہیں۔ یہ ایک معاملہ ہے جو بیمہ کے طالب اور بیمہ کمپنی کے درمیان ہوتا ہے اور اس کی مشکل یہ ہوتی ہے کہ بیمہ کمپنی بیمہ کے طالب سے ایک معینہ رقم بالاقساط وصول کرتی رہتی ہے اور ایک معینہ مدت کے بعد وہ رقم اسے یا اُس کے پسماندگان کو ''حسب شرائط'' واپس کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک مقررہ شرح فیصد کے حساب سے اصل رقم کے ساتھ کچھ مزید رقم بطور سود دیتی ہے۔ گو اس رقم کا نام اُن کی اصطلاح میں ربوٰ یا سود نہیں۔ بلکہ بونس یعنی منافع ہے۔ کمپنی کا مقصد اس رقم کے جمع کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ اسے دوسرے لوگوں کو بطورِ قرض دے کر ان سے اعلیٰ شرح پر سود حاصل کرے یا کسی تجارتی کمپنی میں لگا کر یا کوئی جائیداد خرید کر اس سے منافع حاصل کرے۔ اس کے شرکاء اپنی ذاتی رقم خرچ کئے بغیر کثیر رقم بصورتِ سود یا منافع حاصل کرتے ہیں اور اسی سود یا منافع میں سے بیمہ دار کو ایک حصہ دیتے ہیں۔ بیمہ کرانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا سرمایہ محفوظ رہے اور اس میں اضافہ بھی ہو۔ اس کے علاوہ اس کے پسماندگان کو امداد و اعانت حاصل ہو۔ یا ناگہانی حادثات کی صورت میں اس نقصان کی تلافی ہو جائے۔(۱)

اس دور میں بیمہ کا بہت رواج ہے اور اس پر بحث و تمحیص ہوتی رہتی ہے کہ آیا بیمہ میں قمار ہے یا نہیں اور یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بیمہ کا شرعی جائزہ لینے سے پہلے یہ ضروری ہوگا کہ ہم یہ جان لیں کہ بیمہ کیا چیز ہے؟ مثلاً بیمہ کمپنی زید کی زندگی کا بیمہ کرتی ہے اور یہ زید بیمہ کمپنی سے دس سال کے لئے دس ہزار کی پالیسی خریدتا ہے۔ اب چاہئے تھا کہ بیمہ کمپنی اس سے دس سال تک ہر

۱۔ مفتی محمد شفیع: بیمۂ زندگی، ص ۵

سال ایک ہزار روپیہ بطور قسط وصول کرتی۔ لیکن وہ ایک ہزار دو سو روپیہ سالانہ وصول کرتی ہے اور یہ جو زائد دو سو روپے سالانہ ہیں، ان میں سے ایک سو روپیہ اس کے دفتر اور اسٹاف کے اخراجات کے ہیں۔ اور ایک سو روپے امدادی فنڈ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح ہر پالیسی ہولڈر ایک سو روپیہ سالانہ امدادی فنڈ میں داخل کرتا ہے اور اگر کوئی پالیسی ہولڈر اپنی میعاد پوری کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اگر اس کی موت طبعی ہو تو اس کی پالیسی کی مساوی رقم اس کے نامزد وارث کو دے دی جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی بس، کارخانے یا جہاز کا بیمہ کیا جائے اور بس کسی حادثہ میں تباہ ہو جائے، یا کارخانے میں آگ لگ جائے وغیرہ تو پہلے سے طے شدہ پالیسی کے مطابق رقم اس بس، کارخانے یا جہاز کے مالک کو دے دی جاتی ہے اور اس کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے۔ پالیسی ہولڈر اپنی اقساط کے ذریعہ جو پیسہ بیمہ کمپنی میں داخل کرتے ہیں۔ کمپنی اس پیسے کو منجمد نہیں رکھتی بلکہ اس پیسے کو گردش میں رکھتی ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں خرید کر یا بنوا کے ان کے کرائے وصول کرتی ہے۔ پالیسی ہولڈرز اور تجارتی اداروں کو سود پر قرض فراہم کرتی ہے اور ہوائی کمپنیوں اور صنعتی اور تجارتی اداروں کے حصص خریدتی ہے۔ اور اس طریقہ سے جو اس کو نفع حاصل ہوتا ہے اس کو پالیسی ہولڈرز میں تقسیم کرتی ہے۔ اس نفع کی شرح ہر سال مختلف ہوتی رہتی ہے اور یہ رقم پالیسی ہولڈرز کے کھاتوں میں جمع کر دی جاتی ہے۔ (۱)

بیمہ قانون کی نظر میں

قانونی نقطۂ نظر سے بیمہ کے مطالعہ کا مقصد یہ ہے کہ اس صورت حال کا تعین ہو جائے جس کا حکم شرعی بیان کرنے کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ اس کی ضرورت کا احساس اس لئے ہوا کہ کاروبار بیمہ کا نظام عملی طور پر نافذ کر دیا گیا ہے۔ اور مخصوص قوانین کے ذریعہ اسے منظم کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اگر محقق یہ چاہتا ہے کہ اس بارے میں صحیح فیصلہ کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کاروبار کی اسی صورت کو پیش نظر رکھے، جس میں ان قوانین نے اسے ڈھالا ہے اور جس پر بیمہ کے ادارے عمل پیرا ہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اسے ایسے امور فرض کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا، جن کا عملی دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے۔ کاروبار بیمہ کی تحقیق میں مصروف بعض لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ انہوں نے اس کاروبار کے بارے میں یہ تصور کر کے اپنا فیصلہ دیا ہے کہ:

۱۔ علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث: شرح صحیح مسلم، ج ۵، ص ۸۴۶۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

''وہ بیمہ جسے بیمہ کمپنیاں کرتی ہیں۔'' وہ تعاون کے ایک ایسے معاہدے میں شامل ہوتا ہے جسے بہت محنت سے منظم کیا گیا ہے اور جس سے ایسے بہت سے لوگ شامل ہیں، جن میں سے ہر ایک کو خطرہ کا سامنا ہے۔'' اور یہ کہ ''جو کچھ بیمہ کمپنیوں کو اقساط کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے اس کی حیثیت اس مال کی طرح ہے جسے گویا اس کی حفاظت اور تصرف میں دے دیا گیا ہو۔'' اور یہ کہ ''کاروبار بیمہ میں جو معاوضہ دیا جاتا ہے، وہ اس قسط کا بدلہ ہوتا ہے، جو بیمہ دار ادا کرتا ہے اور یہ بیمہ دار کو تحفظ کی شکل میں ملتا ہے۔'' نیز یہ کہ ''یہ معاوضہ بیمہ دار کو صرف معاہدۂ بیمہ کی وجہ سے ملتا ہے، نہ کہ کسی خطرہ میں گھرنے کی وجہ سے۔'' اور وہ معاہدہ جس کی رو سے بیمہ کمپنی اور زندگی کا بیمہ دار باہم متفق ہوتے ہیں۔ وہ معاہدۂ بیمہ کے ساتھ ساتھ معاہدہ مضاربت بھی ہے اور جو اقساط بیمہ دار کمپنی کو ادا کرتا ہے وہ مضاربت کا مال ہے۔ کمپنی اس کی مالک نہیں ہوتی بلکہ اس سے تجارت کرتی ہے اور اس سے جو نفع حاصل ہوتا ہے، وہ کمپنی اور بیمہ دار دونوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے۔ یہ سب کے سب ایسے مفروضے ہیں، جن کی کوئی حقیقت نہیں اور شارحینِ قانون کی نظر میں جن کا کوئی مقام نہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں وہ ایسے مسئلہ پر حکم لگاتے ہیں۔ جسکا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ جبکہ جو مسئلہ موجود ہے اور جس میں شرعی حکم کی وضاحت مطلوب ہے، اسے چھوڑ دیتے ہیں۔(۱)

کاروباری بیمہ کی تعریف خصوصیات

بیمہ کے اغراض و مقاصد کو حقیقت کا جامہ پہنانے کے لئے اور اس کے نظریہ کو نافذ کرنے کا واحد ذریعہ بیمہ کا معاہدہ ہے۔ مصری قانونِ مدنی میں بیمہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ ''یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی رو سے تحفظ دینے والے پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس شخص کو جس نے پالیسی خریدی ہے، یا وہ مستفید جس کی خاطر پالیسی خریدی گئی ہے، کو ایک مخصوص رقم، یا طے شدہ منافع، یا کوئی دوسرا مالی معاوضہ، حادثہ یا معاہدہ میں بیان کردہ نقصان کے پہنچنے کی صورت میں، بیمہ دار کی طرف سے تحفظ فراہم کرنے والے کو ادا کردہ قسط یا کسی دوسری مالی ادائیگی کی نسبت ادا کرے۔''(۲)

۱۔ بیمہ کی شرعی حیثیت: تالیف ڈاکٹر حسین حامد حسان: ترجمہ: عبدالرحیم بلوچ، ص ۷۔

۲۔ مصری قانون مدنی ولیبیا کا قانون مدنی، دفعہ نمبر ۷۴۷، عراق قانونی مدنی، دفعہ نمبر ۹۸۳۔

بیمہ کی اس تعریف سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص جسے بیمہ دار یا بیمہ شدہ کہا جاتا ہے، وہ ایک شخص سے معاہدہ کرتا ہے، جسے تحفظ فراہم کرنے والا کہتے ہیں اور اکثر اوقات ایسا معاہدہ کرنے والی شراکتی کمپنی ہوتی ہے۔ اس شرط پر کہ پہلا شخص اس کمپنی کو ایک مخصوص رقم میعادی اقساط کی صورت میں ادا کرے، جس کے مقابلے میں کمپنی ذمہ داری لے گی کہ وہ خود اسے یا اس شخص کو جسے یہ معین و نام کر دے، معاہدہ میں تحریر کردہ نقصان پہنچنے کی صورت میں ایک معین رقم ادا کرے گی۔ بیمہ کی اس تعریف سے کاروبار بیمہ کے مختلف عناصر کا ذکر کریں گے اور ان خصوصیات کو اجاگر کرسکیں گے، جن کے سبب یہ دیگر معاملات سے متمیز ہوتا ہے۔

اول کاروبار بیمہ کے عناصر

بیمہ کی مذکورہ تعریف سے اس کے ان تین بنیادی عناصر کا پتہ چلتا ہے، جن کے بغیر یہ مستحق نہیں ہوسکتا اور وہ عناصر شارحینِ قانون کی صراحت کے مطابق یہ ہیں۔ خطرہ جس سے تحفظ دیا گیا ہے۔ بیمہ کی رقم اور بیمہ کی قسط ان کے اکٹھے ہوئے بغیر بیمہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان تین عناصر کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

خطرہ:

خطرہ سے مراد کاروبار بیمہ میں وہ امکانی حادثہ ہے، جو مستقبل میں پیش آ سکتا ہے اور حادثہ کے امکانی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبھی تو وقوع پذیر ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اور اس کا وقوع یا عدمِ وقوع فریقین میں سے کسی ایک کے ارادہ پر موقوف نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے اپنی زندگی کا بیمہ کرایا۔ اب اس شخص کا مر جانا یا مقررہ وقت تک زندہ رہنا، فریقین میں سے کسی کے ارادہ اور خواہش پر موقوف نہیں ہے یا اسی طرح بیمہ شدہ مال تجارت کا غرق ہونا۔ یا بیمہ شدہ گھر کا جل جانا۔ ان تمام صورتوں میں دونوں پہلوؤں کا احتمال ہے۔ دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت کسی بھی وقت واقع ہوسکتی ہے۔ انسان کا مرنا اگرچہ ایک یقینی امر ہے، مگر اس کے وقوع پذیر ہونے کا کوئی وقت معین نہیں ہے۔ ایک شارح قانون کہتا ہے۔ ''جہاں تک تحفظ فراہم کرنے والے کی ذمہ داری کا تعلق ہے تو وہ ایک غیر حقیقی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ وہ ایک احتمالی ذمہ داری ہے اور

ایسی ذمہ داری نہیں جو کسی موقوفی شرط کے ساتھ معلق ہو۔ اور وہ غیر موقوفی شرط اس خطرے کا ثابت ہو جاتا ہے۔ جس سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ کیونکہ خطرے کا حقیقت بن جانا دراصل التزام میں ایک قانونی رکن کی حیثیت رکھتا ہے۔ نہ کہ عارضی شرط کی، اور اگر خطرے کا وقوع پذیر ہونا ایک موقوفی شرط ہوتا تو یہ ممکن ہو جاتا کہ تحفظ دینے والے کی ذمہ داری کا تصور بغیر خطرے کے ممکن ہوسکتا تھا۔ اور یہ التزام ممکن العمل اور بہت ہی سادہ ہوتا۔ لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے، جس کا تصور کرنا ممکن نہیں کیونکہ تحفظ دینے والے کی ذمہ داری ہمیشہ خطرے کے وقوع پذیر ہونے سے وابستہ ہوتی ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں ہے۔" (۱)

شارحینِ قانون کے مابین یہ بات عام طور پر تسلیم شدہ ہے کہ افراد کے بیمہ کی صورت میں معاوضہ کی شکل نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ بیمہ دار حادثہ پیش آتے ہی بیمہ کی رقم کا حقدار بن جاتا ہے اور یہاں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ اس خطرہ کے واقع ہونے کی صورت میں کسی قسم کے نقصان کو بھی ثابت کرے۔ حتیٰ کہ اگر یہ یقینی طور پر کیوں نہ ثابت ہو جائے کہ اسے سرے سے کوئی نقصان ہی نہیں پہنچتا۔ اسی سلسلہ میں ڈاکٹر السنہوری کہتے ہیں:

> "افراد کا بیمہ حقیقت میں معاوضہ کا کاروبار نہیں ہے، کیونکہ اس سے کسی نقصان کا ازالہ بصورت معاوضہ مقصود نہیں ہوتا۔ چاہے یہ زندگی کا بیمہ ہو یا بیماری اور بیماری سے پہنچنے والے نقصانات کا بیمہ ہو، بلکہ زندگی کے بیمہ کی بعض صورتوں میں تو بیمہ دار کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا۔ جیسے زندگی کی بیمہ کی صورت میں جب بیمہ دار مقررہ تاریخ کے بعد بھی زندہ رہے، کیونکہ اس صورت میں اس کی جان ایک ایسے حادثے سے محفوظ رہتی ہے، جس سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ یہ حادثہ یعنی اس کا زندہ رہنا خود اس سے اچھی چیز ہے۔ اسی طرح افراد کے بیمہ کی بعض دیگر شکلیں ہیں جیسے شادی اور اولاد کا بیمہ۔" (۲)

شرکتی بیمہ کمپنیوں کے کاروبار کو جائز سمجھنے والے حضرات کہتے ہیں کہ: کاروبار بیمہ میں

۱۔ ڈاکٹر السنہوری، "الوسیط فی شرح القانون المدنی" ج ۷، ۲، ص ۱۱۳۹۔

۲۔ الوسیط، ج ۷، ۲، ص ۱۴۱۳۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: "لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

معاوضہ دراصل بیمہ دار کی طرف سے ادا کی جانے والی اقساط اور اس رقم کا نام نہیں جس کی ادائیگی کا بیمہ کمپنی حادثہ واقع ہونے کی صورت میں ذمہ لیتی ہے۔ بلکہ معاوضہ بھی بیمہ میں قسطوں کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس طرح یہ بیمہ دار کی طرف سے ادا کردہ قسط اور اس قسط کی ادائیگی کی وجہ سے اسے حاصل شدہ تحفظ کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ تحفظ بیمہ دار کو صرف معاہدہ بیمہ ہی سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہ اس حادثہ پر موقوف نہیں ہوتا۔ جس کے لئے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ کیونکہ جو تحفظ اسے حاصل ہو گیا ہے اور جس سے یہ مطمئن ہو چکا ہے اس کی وجہ سے حادثہ کے وقوع اور عدم وقوع سے اب کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر حادثہ نہ پیش آئے تب بھی اُس کا مال، اس کے مصالح اور حقوق محفوظ رہتے ہیں اور اگر حادثہ پیش آ گیا تو ان حقوق و مفادات کو معاوضہ کی صورت میں تحفظ حاصل رہے گا۔ لہٰذا اس کے لئے حادثہ کا وقوع اور عدمِ وقوع معاہدۂ بیمہ کے بعد برابر ہیں یہ سب کچھ اس تحفظ اور اطمینان کا نتیجہ ہے، جو تحفظ دینے والے نے معاہدہ کے تحت اسے فراہم کیا ہے اور یہ سب کچھ اسی قسط کے بدلے میں حاصل ہوتا ہے جو بیمہ دار اس تحفظ کے حصول کے لئے ادا کرتا ہے اور اسی میں معاوضہ کی حقیقت پنہاں ہے۔ (۱)

بیمہ کی قسط:

بیمہ کی قسط دراصل وہ حصہ ہے جس کی ادائیگی بیمہ دار کی ذمہ داری ہوتی ہے اور یہ وہ عوض ہے جو یہ شخص بیمہ کمپنی کو اس کے اس وعدے کے بدلے میں ادا کرتا ہے کہ بیمہ کمپنی حادثہ پیش آنے کی صورت میں بیمہ کی رقم اسے ادا کرے گی۔

یہاں پر ایک طرف قسط بیمہ اور رقم بیمہ کے درمیان ایک مستحکم تعلق پایا جاتا ہے اور دوسری طرف اس قسط اور اس حادثہ کے درمیان بھی ایک مضبوط تعلق موجود ہوتا ہے، جس سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس لئے بیمہ کمپنیاں قسط کی قیمت کا تعین بیمہ کی اس رقم کی بنیاد پر کرتی ہیں، جس پر ان کا بیمہ دار سے معاہدہ ہوا ہے۔ وہ اس طرح کی بیمہ کی رقم زیادہ ہونے کی صورت میں قسط بھی زیادہ ہوتی ہے اور کم ہونے کی صورت میں قسط بھی کم ہوتی ہے۔ اسی طرح بیمہ کمپنیاں قسط کی قیمت کا تعین خطرے کی بنیاد پر بھی کرتی ہیں کہ اگر وہ خطرہ سنگین نوعیت کا ہے تو قسط بھی بڑی ہوگی اور معمولی

۱۔ پروفیسر مصطفیٰ الزرقاء کا مقالہ بعنوان: عقد التامین وموقف الشریعۃ الاسلامیۃ منہ: ص ۳۰۴۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

نوعیت کا ہے تو قسط بھی کم ہوگی اور اسی کو ''قسط کا تناسب باعتبار خطرہ'' کے اصول کے طور پر شارحینِ قانون کے ہاں جانا جاتا ہے۔ قسط کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ نقد اور مقرر شدہ رقم کی صورت میں ہو اور جس کی ادائیگی مقررہ میعاد کے تحت کی جاتی ہے۔ مثلاً ماہانہ یا سالانہ کی بنیاد پر اور اسی پر بیمہ کمپنیاں عمل کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کا بیمہ ''مقررہ قسط والا بیمہ'' کہلاتا ہے۔ البتہ اس میں بعض اوقات بیمہ کی رقم مختلف اقساط کی ہوتی ہے اور انہیں حصص بیمہ کہا جاتا ہے، جو کسی سال گھٹ جاتی ہیں اور کسی سال بڑھ جاتی ہیں اور یہی طریق کار انجمن ہائے بیمۂ باہمی میں رائج ہے۔ انجمن کی انتظامیہ سال کے اختتام پر حسابات کی ازسرنو جانچ پڑتال کرتی ہے۔ اگر کسی رکن نے زیادہ رقم دی ہو تو اسے وہ زائد رقم لوٹا دیتی ہے۔ اس صورتحال کے بالکل برعکس ہے جس پر ''تجارتی بیمہ کمپنیاں'' عمل پیرا ہیں۔ کیونکہ وہ تمام بیمہ داران سے اس رقم سے زیادہ وصول کر لیتی ہیں، جو وہ ان میں سے کسی نقصان رسیدہ کو ادا کرتی ہیں۔ (۱)

بیمہ کی رقم

بیمہ کی رقم دراصل ''معاہدۂ بیمہ کے دونوں حصوں میں سے'' وہ حصہ ہے، جو بیمہ کمپنی کے ذمہ ہوتی ہے۔ اس کے لئے بیمہ کمپنی معاہدۂ بیمہ کے شرائط کے مطابق اس بات کا عہد کرتی ہے کہ وہ بیمہ داران کو یا جیسے یہ پالیسی خریدنے والا نام زد کرے۔ اس کو تحفظ دیئے گئے۔ حادثہ کے پیش آنے پر بیمہ دار کی طرف سے ادا کی گئی اقساط کے بدلے میں بیمہ کی رقم ادا کرے گی۔ شارحینِ قانون اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ ''بیمہ کی رقم دراصل تحفظ فراہم کرنے والے کی ذمہ داری ہے جو بیمہ کی ان اقساط کے بدلے میں ہوتی ہے، جو بیمہ دار کی ذمہ داری ہیں۔ لہٰذا بیمہ کا معاہدہ حقیقت میں ایک ایسا معاہدہ ہے، جو طرفین کو ذمہ دار بنا دیتا ہے۔'' (۲)

تحفظ دینے والے کے ذمہ ایک طرح کا قرض ہوتا ہے، کبھی تو یہ ایک امکانی (احتمالی) قرض ہوتا ہے اور کبھی اس قرض کی اضافت کسی غیر معین کی طرف ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر وہ خطرہ جس سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے، اس کا وقوع پذیر ہونا غیر حقیقی ہے تو اس وقت یہ ایک امکانی قرض ہوگا اور

۱۔ مفتی محمد شفیع: بیمۂ زندگی۔

۲۔ ڈاکٹر السنہوری: الوسیط، ۷، ۲، ص ۱۱۴۸۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان ابن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

اگر اس خطرہ کا مستقبل میں وقوع پذیر ہونا حقیقت بن سکتا ہے، (مگر اس کے وقوع پذیر ہونے کا وقت معلوم نہیں) تو اس صورت میں بیمہ کی رقم تحفظ فراہم کرنے والے کے ذمہ ایسا قرض ہوتی ہے جس کی ادائیگی کا وقت متعین نہیں ہوتا۔ جیسے ''زندگی کے بیمہ کی صورت میں جس خطرہ سے تحفظ فراہم کیا جاتا ہے، وہ موت ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے، جس کا وقوع پذیر ہونا تو یقین ہے مگر اس کے زمانۂ وقوع کا علم نہیں ہوتا۔ لہٰذا بیمہ کی رقم تحفظ فراہم کرنے والے کے ذمہ ایسا قرض ہوتا ہے جو مخصوص ہے غیر معین وقت کے ساتھ دوسری طرف نقصانات کے بیمہ میں چاہے وہ اشیاء کا بیمہ ہو جیسے آگ لگنے کا بیمہ یا ذمہ داری کا بیمہ ہو۔ اس میں وہ خطرہ جس سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔

مثلاً آگ کا لگنا، یا ذمہ داری کا لاگو ہو جانا ایک ایسا امر ہے جو غیر یقینی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بیمہ کی رقم تحفظ دینے والے کے ذمہ ایک امکانی قرض کہلائے گا۔(۱)

کاروبار بیمہ کی خصوصیت

شارحینِ قانون کے نزدیک بیمہ کی اہم خصوصیات جیسا کہ خود اس کی تعریف سے مترشح ہوئی ہیں یہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ باہمی ذمہ داری کا معاہدہ:

بیمہ ایک ایسا معاہدہ ہے جو طرفین کو ذمہ دار بنا دیتا ہے۔ اس میں ایک طرف تحفظ فراہم کرنے والا ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ شخص ہوتا ہے جسے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس میں دونوں ذمہ داریوں میں سے ایک دوسرے کے مقابل ایک ذمہ داری بیمہ کی ہے۔ اقساطِ بیمہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں اور دوسری تحفظ فراہم کرنے والے کی یہ ذمہ داری کہ وہ بیمہ دار کو بیمہ کی رقم اس وقت ادا کرے گا، جب وہ حادثہ پیش آ جائے جس سے اسے تحفظ دیا گیا ہے۔ متنِ قانون میں بیمہ کی جو تعریف درج ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیمہ دار کی ذمہ داری ہی حقیقی ذمہ داری ہے کیونکہ اس کے ذمہ اقساط کی ادائیگی ہے، جو معاہدہ کی تکمیل کے وقت ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس عمل پر عام طور پر مختلف میعاد کے مقررہ وقفوں سے ہوتا ہے۔ یعنی ماہانہ یا سالانہ کی بنیاد پر۔ جبکہ

۱۔ ڈاکٹر السنہوری، الوسیط، ۷، ۲، ص ۱۱۴۸۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سنِ وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

دوسری طرف تحفظ فراہم کرنے والے کی ذمہ داری غیر یقینی یعنی احتمالی ہوتی ہے کہ کبھی وہ قابل عمل ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ کیونکہ وہ لازمی طور پر خطرہ یا حادثہ کے پیش آنے پر ہی موقوف ہوتی ہے۔ بایں طور کہ اس ذمہ داری کے وجود کا تصور بغیر اس کے ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے دھوکہ اور احتمال بیمہ کے کاروبار کا بنیادی رکن اور اس کا لازمی عنصر ہے کہ اس کاروبار کا تصور یا تحفظ فراہم کرنے والے کی ذمہ داری کا پایا جانا بغیر اس کے ناممکن ہے۔ لہٰذا یہ دھوکہ کا کاروبار ہے۔ نہ کہ ایسا کاروبار جس میں دھوکہ کسی طور سے شامل ہو گیا ہے۔ جب شریعت نے دھوکہ کی معمولی قسم کو بھی حرام ٹھہرایا ہے تو بیمہ کے کاروبار کا دھوکہ تو بطریقِ اولیٰ حرام ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں دھوکہ اپنی تمام تر وجوہ کے ساتھ اور مکمل ترین صورت میں پایا جاتا ہے اور یہ دھوکہ اس دھوکہ سے کسی طور پر بھی کم درجے کا نہیں جو کہ پیٹ میں موجود حمل کے معاوضہ کی صورت میں پایا جاتا ہے یا دھوکہ وہ کہ اڑتے ہوئے پرندے، دریا میں تیرتی مچھلی اور شکار کرنے والے کے ضرب یا نشانہ پر آئے ہوئے شکار کو خریدنے یا قیمت کی ادائیگی کو ایک مدت تک مؤخر کر دینے کی صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی مثالیں ہیں، جن کے حرام اور ناجائز ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ (۱)

۲۔ معاوضہ والا کاروبار:

معاوضہ والے کاروبار سے مراد یہ ہے کہ وہ کاروبار جس میں فریقین میں سے ہر ایک جو کچھ دوسرے کو ادا کرتا ہے، اس کے بدلے میں کچھ وصولی بھی کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں معاملات تبرع بھی ہیں کہ جن میں ایک فریق دوسرے کو مال تو دیتا ہے، مگر کسی بدلے کے بغیر جبکہ کاروبار بیمہ معاوضہ والے معاملات میں سے اس بناء پر ہے کہ ہر دو فریق یعنی تحفظ دینے والا اور تحفظ حاصل کرنے والا جو کچھ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بدلے میں کچھ وصولی بھی کریں گے۔ تحفظ دینے والا بدلے میں جو کچھ وصول کرتا ہے، وہ بیمہ دار کی طرف سے ادا کی جانے والی بیمہ کی اقساط ہیں۔ اس چیز کے بدلے میں جس کے دینے کا اس تحفظ فراہم کرنے والے نے وعدہ کیا ہے اور وہ ہے بیمہ کی رقم۔ اسی طرح بیمہ دار بدلے میں جو کچھ وصول کرتا ہے، وہ بیمہ کی وہ رقم ہے، جو حادثہ پیش آنے کی صورت میں اُسے ملتی ہے اور یہ رقم وہ اس چیز کے بدلے میں وصول کرتا ہے، جو یہ خود ادا کر چکا ہے، یعنی بیمہ کی قسطیں۔

۱۔ بیمہ کی شرعی حیثیت: ترجمہ عبدالرحیم اشرف بلوچ، ص ۲۸۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

ایک محقق نے تو مفروضات اور اندازوں پر پڑ کر انتہائی مبالغہ سے کام لیتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا۔ ”وہ معاوضہ جو بیمہ دار کو ادا کرنے کے لئے تحفظ فراہم کرنے والے کے ذمہ ہوتا ہے وہ دراصل رقم یا مقررہ منافع یا کسی اور طرح کا مالی معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ (یہ معاوضہ تو دراصل) وہ تحفظ ہوتا ہے، جو تحفظ دینے والا بیمہ دار کو عطا کرتا ہے۔ اسی سلسلہ میں وہ مزید کہتا ہے کہ ”یہ جو معاوضہ ہے، یعنی تحفظ یہ بیمہ دار کو فقط معاہدہ ہی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ خطرہ کے وقوع پذیر ہونے پر موقوف نہیں ہوتا۔ (۱)

۳۔ احتمال یا دھوکہ کا کاروبار:

اس کاروبار کو مصر کے دیوانی قانون کے اس باب میں بیان کیا گیا ہے، جسے جوئے شرط لگانے اور زندگی بھر کے لئے مقرر کردہ آمدنی والے معاملات کے بعد دھوکہ کے معاملات کے بیان کے لئے مختص کیا گیا ہے اور یہ سب کے سب غیر یقینی یا دھوکہ والے معاملات ہیں۔ کاروبار بیمہ کے غیر یقینی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں فریقین میں سے ہر ایک یعنی تحفظ دینے والے اور تحفظ لینے والے کو معاہدہ کی تکمیل کے وقت معاوضہ کی اس مقدار کا علم نہیں ہوتا، جو وہ ادا کرے گا۔ یا وصول کرے گا۔ اس لئے کہ یہ تو اس خطرہ کے وقوع یا عدم وقوع پر موقوف ہوتا ہے، جس سے تحفظ دیا گیا ہے اور اس بات کو صرف اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ حادثہ کب پیش آئے گا یا نہیں۔ تحفظ دینے والے کا رقم بیمہ کی ادائیگی کی ذمہ داری لینا ایک ایسا ذمہ داری ہے، جو امکانی یعنی غیر یقینی ہے اور حادثہ کے پیش آنے یا نہ آنے پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر وہ حادثہ پیش آ گیا تو ذمہ داری بھی ثابت ہو جائے گی اور نہ پیش آنے کی صورت میں ذمہ داری بھی ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ اصل معاملہ میں پایا جانے والا دھوکہ ہے، جیسا کہ فقہائے شریعت کہتے ہیں۔

۴۔ یک طرفہ زبردستی کا معاہدہ:

شارحینِ قانون کی نظر میں بیمہ کے کاروبار کا شمار ان معاملات میں ہوتا ہے، جن کی بنیاد اذعان پر ہے اور اس میں من مانی کرنے والی فریق بیمہ کمپنی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے لئے ایسے قوانین وضع کرتی ہے کہ بیمہ دار اگر پالیسی لینا چاہتا ہے تو (اس پر تھوپی گئی) ان شرائط کو قبول کئے

ا۔ پروفیسر مصطفیٰ الزرقاء کا مقالہ، عقد التأمین وموقف الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۴۰۳۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

بغیر اس کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ ان میں سے اکثر شرائط تو طبعی ہوتی ہیں۔ جبکہ بعض شرائط انتہائی ظالمانہ اور بیمہ دار کے مفادات کے لئے نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روایتی قانون ساز کو اکثر اوقات کاروبار بیمہ میں مداخلت کرتے ہوئے آمرانہ احکام جاری کرنے پڑتے ہیں تاکہ اس طرح بیمہ دار کو تحفظ دینے والے کے ظلم سے بچا کر نقصان برداشت کرنے سے محفوظ کر دے۔ اس کے لئے وہ ایسی ظالمانہ شرائط کو کالعدم قرار دے دیتا ہے، جو عام طور پر یہ بیمہ کمپنیاں اپنے طور پر نافذ کرتی ہیں اور یہ آزادانہ کاروبار کرنے اور اپنے ارادے کے آپ مالک ہونے کے اصول کہ جس پر قانون کی بنیاد ہے، کے خلاف ہے۔ ''یعنی جس حیثیت سے بیمہ کمپنیاں یہ کاروبار چلاتی ہیں، اس کے لحاظ سے متعدد اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ (۱)

عملی اعتبار سے کاروبار بیمہ کی اقسام

کاروبار بیمہ عملاً جن صورتوں میں چلایا جاتا ہے اس کی تین حالتیں ہیں:

اجتماعی بیمہ.......... اسے حکومت خود چلاتی ہے۔

باہمی یا تبادلہ بیمہ.......... اسے امداد باہمی کی انجمنیں چلاتی ہیں۔

مقررہ قسط والا بیمہ.......... اسے بیمہ کمپنیاں چلاتی ہیں۔

اول اجتماعی بیمہ:

اپنی ضروریات کی خاطر محنت مزدوری پر بھروسہ کرنے والے مزدوروں کے مفاد میں بیمہ کا یہ کاروبار حکومت خود کرتی ہے۔ اس قسم کے بیمہ کے ذریعے کام کے دوران پیش آنے والے حادثات یا امراض کی وجہ سے معذور ہو جانے کی صورت میں یا بڑھاپے میں مزدوروں کا بیمہ کیا جاتا ہے۔ اس کے فنڈز کے لئے خود مزدور اور آجر حضرات اور حکومت اپنا اپنا حصہ ادا کرتے ہیں۔ بعض اوقات حکومت اس کاروبار کو چلانے کے لئے یہ کام اپنے کسی ادارے کے سپرد کر دیتی ہیں۔ جیسے مصر میں اس مقصد کے لئے اجتماعی بیمہ کا ادارہ موجود ہے۔ (۲)

۱۔ الوسیط: ج ۷، ص ۱۱۵۷۔

۲۔ ڈاکٹر حسین حامد حسان، بیمہ کی شرعی حیثیت: ص ۴۳۔

دوم تبادلی بیمہ:

یہ کاروبار امداد باہمی کی انجمنیں چلاتی ہیں، جو ایسے ارکان سے مل کر بنتی ہیں، جنہیں ایک ہی طرح کے خطرات کا سامنا ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لئے یہ ارکان باہم اس پر اتفاق کر لیتے ہیں کہ ان میں سے جس کسی کو بھی کسی خاص عرصہ کے دوران کوئی حادثہ پیش آ گیا تو اس سے پہنچنے والے نقصان کی تلافی کے لئے اسے اس مجموعی رقم میں سے جو تمام ارکان اس انجمن کو ادا کریں گے۔ معاوضہ ادا کر دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حصہ غیر متعین ہوتا ہے۔ اور ان معاوضوں کی مقدار کی وجہ سے جو انجمن سال بھر کے دوران ادا کرتی ہے۔ ان حصص کی مقدار میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا شروع میں تو ہر رکن ایک مقررہ حصہ ہی ادا کرتا ہے۔ لیکن سال کے اختتام پر جب حادثات کی وجہ سے نقصان رسیدہ ارکان کو ادا کردہ معاوضوں کی قیمت لگائی جاتی ہے۔ اگر معاوضہ جات کی رقم ارکان کی طرف سے ادا کردہ رقم سے زیادہ ہوئی تو ہر رکن سے مزید رقم وصول کی جائی گی اور اگر ارکان کی طرف سے ادا کردہ معاوضوں کے لئے مقابلے میں زیادہ ہوئی تو انجمن زائد رقم انہیں واپس کر دے گی۔

ان انجمنوں کے علاوہ بیمہ کی بعض ایسی انجمنیں بھی پائی جاتی ہیں جو صورتاً تبادلی بیمہ کی طرح ہوتی ہیں۔ جن کے حصص یا تو مقررہ ہوتے ہیں یا غیر متعین اور ان کے لئے سرمایہ اس کے بانی خود فراہم کرتے ہیں، جو شراکتی بیمہ کمپنیوں میں رأس المال (اصل) کے قائمقام ہوتا ہے۔

باہمی بیمہ کی انجمنوں کو چاہئے وہ حقیقتاً تبادلی ہوں یا صورتاً تبادلی بیمہ والی ہوں، جو چیز تجارتی بیمہ کمپنیوں سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ ان انجمنوں کا بغیر کسی منافع کے اس کاروبار کو چلانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نہ تو کوئی بنیادی سرمایہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے حصہ دار اپنے حصوں پر منافع کا تقاضا کرتے ہیں کہ اس طرح وہ خود تحفظ یافتہ بن جائیں اور اس کاروبار کو چلانے والے انہیں تحفظ فراہم کرنے والے بن جائیں بلکہ باہمی بیمہ کی انجمن کے تمام ارکان بیمہ کا باہم تبادلہ کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا وہ سب کے سب بیک وقت تحفظ دینے والے بھی ہوتے ہیں اور تحفظ لینے والے بھی۔ اسی بنیاد پر انہیں "باہمی امداد کی انجمنیں" کہا جاتا ہے۔ انجمن امداد باہمی کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے ایک سال کی اقساط دوسرے سال کی اقساط سے مختلف ہوتی ہیں۔ اس رقم کی مناسبت سے جو یہ انجمنیں ہر سال اپنے ارکان کو معاوضہ کی شکل

میں دیتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کے ارکان جو اقساط اسے ادا کرتے ہیں وہ غیر متعین حصص کی شکل میں ہوتی ہے۔(۱)

بخلاف جوئے اور شرط لگانے کے کہ ان میں خطرات کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ان کے اثرات کے ازالے کی کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح ان کے پیش آنے کے بعد کسی قسم کا تحفظ بھی حاصل نہیں ہوتا۔(۲)

سوئم مقررہ قسط والا بیمہ:

اس قسم کا بیمہ شراکتی بیمہ کا کاروبار کرنے والی تجارتی کمپنیاں کرتی ہیں۔ یہ ایسی کمپنیاں ہوتی ہیں، جو بنیادی سرمایہ سے تشکیل پاتی ہیں۔ تحفظ دینے والا جب کمپنی ہو تو ''اس کاروبار کو چلانے کا اصل مقصد اس کے لئے مال کا حصول ہی ہوتا ہے، جو اقساط کی صورت میں اسے ملتا ہے تا کہ وہ اسے حاصل کرنے کے بعد منافع کے مختلف کاروباروں میں اپنی مرضی سے سرمایہ کاری کر کے مالی منافع حاصل کرے تا کہ بیمہ داران کو نقصانات کے معاوضوں کی ادائیگی سے جب کچھ بچ جائے تو وہ اس کمپنی کا ہو۔ اس بقیہ رقم میں اس کے کام کرنے کی مزدوری اور بنیادی سرمایہ کا منافع شامل ہوتا ہے۔''(۳)

''اگر تحفظ دینے والا امداد باہمی کی کوئی انجمن ہو، جس کی بنیاد خود اس کے شرکاء نے رکھی ہو یا اس کا بانی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ کوئی ادارہ ہو تو اس کے لئے اس کاروبار کو چلانے کا مقصد صرف اس کے شرکاء کے درمیان تعاون اور باہمی ذمہ داری کو عملی جامہ پہنانا ہی ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کے ارکان میں سے کسی کو پہنچنے والے خطرات اور نقصانات کے بوجھ کو تمام ارکان پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اور نقصان رسیدہ رکن کو ان جمع شدہ اقساط میں سے معاوضہ ادا کر دیا جاتا ہے، جو دراصل سب کا مال ہے۔ اس طرح اسے اس نقصان کے اثرات سے بچا لیا جاتا ہے، جسے وہ تنہا سہار نہیں سکتا۔ اس صورت میں دراصل نقصان کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا ہے یا اسے اس

۱۔ عبدالرحیم اشرف بلوچ، ترجمہ: بیمہ کی شرعی حیثیت، ص ۴۳۔
۲۔ پروفیسر مصطفیٰ الزرقا: عقد التأمین وموقف الشریعۃ الاسلام، ص ۳۹۹۔
۳۔ التأمین وحکمہ علی ھدی الشریعۃ الاسلامیہ/ جناب استاد محترم شیخ علی الخفیف کی طرف سے مکہ مکرمہ میں منعقدہ اسلامی اقتصادیات پر پہلے عالمی کانفرنس میں یہ تحقیق پیش کی گئی، ص ۱۰

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

طرح تقسیم کر دیا جاتا ہے کہ اس کے اثرات محسوس ہی نہیں ہوتے۔ اس میں منافع کا حصول یا دولت مند بننے کے لئے مال جمع کرنے کا مقصد کسی طور پر بھی کارفرما نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں اصل مال کو بڑھانا مقصود ہوتا ہے کہ جسے اس کے مالک نے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے لئے اس کاروبار میں لگایا ہو۔ اگر اس میں اس قسم کا کوئی مقصد کارفرما ہو بھی تو وہ بغیر کسی ارادے اور مقصد کے ہوتا ہے۔ (۱)

اجتماعی بیمہ یا تبادلی بیمہ ان میں تبرع و خیرات کی صفات پائی جاتی ہیں کیونکہ ان میں نفع کی گنجائش بالکل نہیں ہوتی۔

شارحینِ قانون کی عبارت

ڈاکٹر سنہوری کہتے ہیں۔ ''بیمہ کمپنی صرف ایک بیمہ دار یا تھوڑے سے بیمہ داران کے ساتھ معاہدہ نہیں کرتی۔ اگر وہ ایسا کرتی تو کاروبار بیمہ جوا اور شرط لگانے کی طرح ایک ناجائز کاروبار بن جاتا۔ کیونکہ بیمہ کمپنی کا بیمہ دار سے مثلاً اس طرح کا معاہدہ کرنا کہ اگر ان کا گھر جل گیا تو وہ اسے اس کی قیمت ادا کرے گی اور اگر نہیں جلا تو بیمہ دار نے جو کچھ ادا کیا ہے، وہ کمپنی کا ہو جائے گا۔ بعینہٖ جوا اور شرط لگانا ہی ہے۔ (۲)

علمائے شریعت کی عبارات

پروفیسر شیخ علی الخفیف کہتے ہیں۔ ''بیمہ میں اگر معاہدہ صرف ایک فرد کے ساتھ محدود ہو تو وہ معاہدہ جوا ہوگا۔ جسے نہ کوئی قانون جائز قرار دیتا ہے اور نہ ہی شریعت۔ اس لئے کہ اس میں دھوکہ اور جوا بالکل ظاہر طور پر پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کاروبار میں آخرکار دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو نقصان اور دوسرے کو فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔'' (۳)

پروفیسر مصطفیٰ زرقاء کی عبارات کا بھی ماحصل یہی ہے کہ اگر بیمہ کو اس تعلق کی بنیاد پر دیکھا جائے، جو بیمہ کمپنی اور مخصوص و متعین بیمہ دار کے درمیان ہوتا ہے تو بیمہ کا کاروبار جوا اور شرط

۱۔ التأمین وحکمہ علی ھدی الشریعۃ الاسلامیۃ/ جناب استاد محترم شیخ علی الخفیف کی طرف سے مکہ مکرمہ میں منعقدہ اسلامی اقتصادیات پر پہلے عالمی کانفرنس میں یہ تحقیق پیش کی گئی، ص ۹

۲۔ الوسیط، ج ۷، ص ۱۰۸۶ ۳۔ الوسیط، ج ۷، ص ۱۰۸۶

لگانے سے الگ کوئی شئ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ وہ کاروبار بیمہ کو صرف اس بناء پر جائز قرار دیتے ہیں کہ بیمہ کمپنیاں اس سلسلہ میں بے شمار معاہدے طے کرتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

مخصوص بیمہ دار کی نسبت سے بیمہ کے کاروبار میں ایک امکانی عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ بایں طور کہ اگر وہ حادثہ جس سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ پیش آ گیا تو یہ کمپنی بیمہ دار کو معاوضہ ادا کرے گی اور اگر حادثہ پیش نہ آیا تو کچھ ادا نہ کرے گی۔ لیکن یہ احتمال اور امکان صرف اس صورت میں ہے، جب ہر ایک معاہدۂ بیمہ سے الگ الگ اس امکان کی نسبت کی جائے۔ جہاں تک تحفظ فراہم کرنے والے کی طرف سے بے شمار معاہدوں کی نسبت سے یا خود نظامِ بیمہ کی نسبت سے اس امکان کا تعلق ہے۔" (۱)

کاروبار بیمہ میں ربا کی دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں

معاہدات بیمہ دونوں اقسام کے ربا پر مشتمل ہوتے ہیں۔ یعنی ادھار اور اضافہ والے سود پر مشتمل ہوتے ہیں۔ تین طرح سے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

کاروبار بیمہ دراصل اس معاہدہ کا نام ہے، جو بیمہ کمپنی اور بیمہ دار کے درمیان طے پاتا ہے اور جس کی رو سے بیمہ دار ایک ہی دفعہ یا کئی قسطوں میں ایک رقم دینے کا عہد کرتا ہے۔ اس شرط پر کہ حادثہ پیش آنے پر بیمہ کمپنی اسے کوئی رقم ادا کرے گی، جو یا تو اس رقم کے برابر ہوگی، جو اس نے دی ہے یا کم یا اس سے زیادہ۔ اب اگر یہ رقم اس رقم کے برابر ہے جو پالیسی ہولڈر نے ادا کی تھی تو یہی ادھار کا سود کہلاتا ہے۔ اور اگر یہ رقم اس سے زیادہ ہے تو یہ ادھار اور اضافہ دونوں طرح کا سود ہوگا۔ اس لئے کہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نقدی کو نقدی سے فروخت کرنا ادھار پر اگر دونوں رقمیں برابر ہوں تو اسے ادھار کا سود (النسیئہ) کہتے ہیں اور اگر بعد میں ادا ہونے والی رقم زیادہ بھی ہو تو ادھار کے سود کے ساتھ اضافہ کا سود بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اب ہم فقہاء کی کچھ ایسی عبارتیں پیش کرتے ہیں، جن سے ہماری اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

تحفۃ المحتاج میں لکھا ہے: "جب نقدی کو نقدی کے ساتھ فروخت کیا جا رہا ہو اور وہ ایک

۱۔ الوسیط، ج ۷، ص ۱۰۸۶۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

ہی جنس کے ہوں تو اس صورت میں اس کی تکمیل، برابری اور قبضہ دونوں معاوضوں میں شرط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی ایک عوض کے ساتھ تاخیر کا عمل دخل پیدا ہو جائے گا۔ چاہے ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو اور دونوں لین دین کرنے والے ابھی اس مجلس میں ہی موجود ہوں، تب بھی یہ لین دین جائز نہ ہوگا۔ اور قبضہ سے یہاں پر جدا ہونے سے پہلے حقیقی قبضہ مراد ہے اور اگر وہ دونوں نقدیاں الگ الگ جنس ہوں، جیسے سونا، چاندی تو ان میں کمی بیشی تو جائز ہے۔ لیکن لین دین کی فوری تکمیل اور قبضہ پھر بھی ضروری ہے۔" (۱)

الشرح الکبیر کے حاشیہ الدسوقی میں لکھا ہے۔ "ادھار کا سود نقدی میں مطلقاً حرام ہے۔" (۲)

المبسوط میں لکھا ہے: "ایسا اضافہ جس کے عوض میں کچھ نہ ہو، کا سود ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، بلکہ ہر ایک پر واضح ہے۔" (۱)

بدایۃ المجتہد میں تحریر ہے۔ "علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سونے کو سونے کے ساتھ اور چاندی کو چاندی کے ساتھ (یعنی نقدی کو نقدی کے ساتھ) فروخت کرنا جائز نہیں۔ الا یہ کہ وہ برابر برابر اور دست بدست ہوں۔" (۲)

دوم: زندگی کے میعادی بیمہ میں جب مقررہ مدت تک بیمہ دار زندہ رہتا ہے تو بیمہ کمپنی اسے اقساط کی رقم کی واپسی کے ساتھ ساتھ مزید منافع بھی دیتی ہے۔ جو سود ہوتا ہے اور یہ حرام ہے۔

سوم: بیمہ کمپنیاں اس کاروبار کے سلسلہ میں اکثر ایسے اقدامات کرتی ہیں، جن کی بنیاد سود پر ہوتی ہے۔ مثلاً وہ ہنڈیوں کے کاروبار میں سود پر سرمایہ کاری کرتی ہیں اور پالیسی کو گروی رکھ کر سود پر قرضہ دینے کا کاروبار بھی کرتی ہیں۔

بیمہ دراصل ادھار کو ادھار کے ساتھ فروخت کرنیکا نام ہے لہٰذا حرام ہے

کیونکہ بیمہ ادھار کو ادھار کے ساتھ فروخت کرنے کی صورت پر مشتمل ہے۔ لہٰذا حرام ہے اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ادھار کو ادھار کے ساتھ فروخت کرنا باطل ہے۔ اس کے باطل ہونے کی دلیل وہ روایت ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے "کالئی کو

کالئی'' کے ساتھ فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اور تمام مجتہدین نے اس کو ادھار کو ادھار سے فروخت کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بیع السلم میں رأس المال پر مجلس سے چلے جانے سے پہلے ہی قبضہ کرنے کو شرط قرار دیتے ہیں تاکہ ادھار کو ادھار کے ساتھ فروخت کرنے کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ اس میں خرید کردہ چیز ادھار ہوتی ہے۔ جس کی ادائیگی بعد میں ہونی ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر اس کی قیمت پر بھی فوری طور پر اسی مجلس میں قبضہ نہ کیا جائے تو یہ لین دین ہی سرے سے باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ تو ادھار کو ادھار کے ساتھ فروخت کرنے کا کاروبار بن جائے گا، جس سے شارع نے منع فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کاروبار بیمہ بھی ادھار کو ادھار کے ساتھ فروخت کرنا ہی ہے۔ اسلئے کہ اس میں بیمہ دار بیمہ کی قسطیں ادا کرنے کا عہد کرتا ہے جو اس کے ذمہ ادھار ہوتی ہیں۔ اسلئے کہ وہ معاہدہ کرتے وقت انہیں ادا نہیں کرتا بلکہ وہ معاہدہ طے پا جانے کے بعد میعادی قسطوں میں ادائیگی کرتا ہے۔ دوسری طرف بیمہ کمپنی رقم بیمہ کی ادائیگی کا عہد کرتی ہے، جو اس کے ذمہ ادھار ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ کھلم کھلا ادھار کو ادھار کے ساتھ فروخت کرنے کا کاروبار ہی ہوا۔ اس لئے شرعاً یہ باطل ٹھہرا۔

شارحینِ قانون بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سنہوری تحریر کرتے ہیں۔ ''بیمہ کی رقم تحفظ فراہم کرنے والے کے ذمہ ہوتی ہے۔ بیمہ کی اقساط کے بدلے میں جو تحفظ حاصل کرنے والے کے ذمہ ہوتے ہیں۔'' (۱)

تو گویا بیمہ کی قسط بیمہ دار کے ذمہ یعنی اس پر ادھار ہوتی ہے اور یہی چیز عوض ہے۔ بیمہ کی اس رقم کا جو خود تحفظ دینے والے کے ذمہ یعنی اس پر ادھار ہے۔

مواہب الجلیل: میں ناجائز معاملات کے ضمن میں تحریر ہے کہ: ''جیسے کالئی ہے جو حرام ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کالئی کو کالئی کے ساتھ فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ابن عرفہ کہتے ہیں کہ ائمہ کرام نے اس حدیث کو اسناد طلب کئے بغیر ہی قبول کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے حدیث ''وارث کے لئے وصیت جائز نہیں'' کو قبول کیا ہے۔ (۲)

مواہب الجلیل ہی میں ہے کہ: ''کہ اگر دونوں مؤخر ہوں، یعنی عوض اور معاوضہ دونوں ایک ساتھ اور شروع ہی سے مؤجل ہوں تو یہ ادھار کو ادھار سے فروخت کی شکل ہی ہے جو ناجائز ہے۔'' (۳)

ابن المنذر کہتے ہیں: فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ادھار کی فروخت ادھار کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کو فروخت کرنا جو کسی کے ذمہ ہو کسی دوسری چیز کے ساتھ جو کسی اور کے ذمہ ہو۔ یعنی دونوں ادھار پر ہوں اور کوئی ایک دوسرے پر مقدم نہ ہو۔ اور اس مقولے سے بھی یہی مراد ہے کہ ادھار کو ادھار ہی سے شروع کرنا، جو دونوں طرف کے ادھار معاوضوں میں سے اگر کسی عوض کا مقدم ہونا طے پا گیا تو یہ ادھار کو ادھار سے منسوخ کر دینے کے مترادف ہوگا اور اس سے دوسرے کے ذمہ جو کچھ ہے وہ فسخ ہو جائے گا۔"

مطالب اولی النھی میں تحریر ہے۔ "اگر بیع السلم میں اس کی قیمت پر مجلس کے برخاست ہونے سے قبل قبضہ نہ کیا گیا تو یہ بیع ممنوع ہوگی۔ اس لئے کہ یہ ادھار کو ادھار کے ساتھ فروخت کرنا ہے۔"(۱)

ا۔ بیع الدین بالدین:

اس بیع کو بیع الکالی بالکالی کہتے ہیں۔ یعنی دونوں طرف سے سودا ادھار چکانا اس کی بھی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں۔ سٹہ بازی بھی اسی کی قسم ہے، جہاں نہ فروختنی مال موجود ہوتا ہے نہ اس کی قیمت اس کی پوری تشریح سٹہ بازی میں گزر چکی ہے۔

۲۔ بیع الحیوان بالحیوان نسیئہ:

ادھار جانور کو ادھار جانور کے بدلے بیچنا۔ مثلاً میں نے اپنا گھوڑا آپ کو دیا۔ آپ کے گھوڑے کے عوض یا گائے بھینس کے عوض، مگر دونوں طرف سے سودا ادھار طے پایا ہے۔ اس سودے کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں۔ جبتک کہ یہ جانور ایک دوسرے کے قبضہ میں نہ چلے جائیں۔ (۲)

اب ان کے متعلق ارشادات نبوی ملاحظہ ہوں:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَصٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَۃِ وَالْمُزَابَنَۃِ وَالْمُخَابَرَۃِ وَالْمُعَاوَمَۃِ وَ عَنِ الثُّنْیَا وَ رَخَّصَ فِی الْعُرَایَا۔ (۳)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے محاقلہ، مخابرہ، مزابنہ، معاوضہ اور ثنیا سے منع فرمایا اور بیع عرایا میں رخصت دی۔

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی: الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

دھوکے والی بیع کی ممانعت

وہ صورتیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز قرار دیں۔ یہ تمام بالعموم اندھے سودے یا دھوکے والے ہیں۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے، جو کہ بیمہ بھی انہی کی طرح ہے۔

۳۔ **مزابنہ**: کھجور یا انگور کے باغ کا پھل پکنے سے پہلے ہی خشک کھجور یا خشک انگور ''کشمش'' کے ساتھ سودا چکا لینا۔

۴۔ **ثنیا**: استثناہ کرنا کسی باغ کا سودا چکاتے وقت چند درختوں کو یا کھیتی کا معاملہ چکاتے وقت مخصوص خطہ زمین کو اپنے لئے الگ کر لینا۔

۵۔ **منابذہ**: اپنا کپڑا یا رومال وغیرہ کسی تجارتی مال پر ''خصوصاً کپڑے کے تھانوں پر'' پھینکنا کہ جس تھان پر رومال جا پڑے، اس کا اتنی قیمت پر سودا طے ہو گیا۔

۶۔ **محاقلہ**: کھیتی کا اس سے پکنے سے قبل ہی سودا کر لینا۔

۷۔ **مخابرہ**: زمین کی بٹائی۔ کسی کو اپنی زمین کاشت کے لئے دینا اور اس سے اس کے عوض حصہ وصول کرنا۔ ''یہ پہلے منع تھا بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔''

۸۔ **معاور**: کسی باغ کی پیداوار کا موجودہ فصل کی بجائے چند سالوں کیلئے پیشگی سودا طے کرنا۔

۹۔ **بیع سنین**: بیع سنین اور معاور ایک ہی چیز ہے۔

۱۰۔ **ملامسہ**: آنکھیں بند کر کے یا رات کے اندھیرے میں کسی تجارتی مال پر (خصوصاً) کپڑے کے تھانوں پر ہاتھ لگانا اور یہ بات پہلے طے کر لینا کہ جس مال پر ہاتھ لگے گا وہ اتنے کا ہوا۔

۱۱۔ **بیع حصاہ**: کنکری پھینک کر سودا کرنا کہ جس چیز پر کنکری جا پڑے وہ اتنی رقم کی میرے ذمہ ہے۔

۱۲۔ **بیع عرایا**: بیع عرایا بھی دراصل مزابنہ کی ہی ایک شکل ہے۔ لیکن مزابنہ وسیع پیمانے پر اور

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

تجارتی نقطۂ نگاہ سے ہوتا ہے، جبکہ عرایا معمولی پیمانے پر غریبوں مسکینوں کے ساتھ ہے ایک محتاط اندازہ کیا جائے کہ پھل پکنے کے بعد اتنا رہ جائے گا۔ بعض دفعہ کسی باغ کا مالک اپنے باغ میں سے چند ایک درختوں کا پھل یتیموں اور غریبوں کو ہبہ کر دیتا ہے لیکن ان لوگوں کی اس کے باغ میں اپنے درختوں کی نگہداشت کے لئے بار بار کی آمد ورفت باغ کے مالک کے کام میں مخل ہوتی ہے جس سے باغ والا ان غریبوں سے اس کچے پھل کا خشک کھجوروں سے تخمینہ کر کے سودا کر لیتا اور انہیں اس کے عوض اندازہ سے خشک کھجوریں دے دیتا۔ اس قسم کی محدود اور مشروط بیع کو بیع عرایا کہتے ہیں۔

۱۳۔ **بیع عریاں:** (سائی یا بیعانہ والے سودے) کسی چیز کا سودا کر لینا اور کچھ رقم بطور بیعانہ دے کر یہ شرط کر لینا کہ اگر اتنی مدت میں رقم ادا نہ ہوئی تو بیعانہ ضبط یا اگر بیعانہ وصول کرنے والا چیز نہ دے سکے تو بیعانہ کے ساتھ اتنی مزید رقم کا حرجانہ ادا کرے۔

۱۴۔ **بیع غرر:** عوضین(۱) میں سے جب کسی ایک عوض کی بھی مقدار یا صفات یا مدت معلوم نہ ہو تو یہ بیع، بیع غرر کہلائے گی۔ مثلاً ایک ماہی گیر سے یہ سودا کرنے والے اور ماہی گیر دونوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس طرح جال میں کوئی مچھلی آتی بھی ہے یا کہ نہیں۔ یا اگر کوئی آتی ہیں تو کتنی یہ غیر مقدار المعلوم ہے۔ لہٰذا یہ بیع دھوکہ کی بیع ہے۔

۲۔ بیمہ کمپنی والے جب بیمہ دار سے اقساط طے کرتے ہیں تو کمپنی کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کتنی قسطیں وصول کر سکے گی۔ یہاں مدت نامعلوم ہے اور ایسے ہی بیمہ دار کو معلوم نہیں ہوتا کہ اسے کیا ملے گا اور کب ملے گا۔ پھر مجھے ملے گا یا میرے وارثوں کو۔ یہاں مقدار، مدت، صفت تینوں چیزیں نامعلوم ہیں۔ لہٰذا یہ بیع غرر ہوئی۔

۳۔ اسی طرح بعض لوگ گولی پھنکوا کر مال فروخت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ پھینکنے کی اجرت طے ہو جاتی ہے۔ اب جس چیز پر بھی گولی جا کر لگے، وہ اتنی اجرت میں مشتری کی ہو جاتی ہے اور گولی عموماً پھسلتی پھسلتی ہر چیز کو چھوڑ کر کونے میں جا لگتی ہے۔ یہ مجہول الصفت کی مثال ہے۔ مشتری کو معلوم نہیں کہ اسے کیا ملے گا۔ لہٰذا یہ بیع غلط ہوئی اور یہی صورتحال بیمہ کی ہے۔

۱۵۔ **بیع مضطر:** لاچار یا ضرورت مند آدمی سے سودا بازی، جو اپنی ضرورت کی وجہ سے اپنی چیز اونے پونے میں بیچنے پر مجبور ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

۱۶۔ بیع نجش: بائع کی طرف سے کچھ ایسے لوگ مقرر ہوں، جو خریدار کو دیکھ کر عین موقع پر آ جائیں اور سامان کی قیمت بڑھا دیں تا کہ خریدار زیادہ قیمت ادا کرنے کی طرف راغب ہو جائے۔ یا قابل فروخت مال کی اتنی تعریف کرے کہ مشتری کو زیادہ قیمت پر پھانس لے۔

ارشادات نبوی ہے:

۱۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ بِعْتَ مِنْ اَخِيْکَ تَمْرًا فَاَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَکَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَاْخُذُ مَالَ اَخِيْکَ بِغَيْرِ حَقٍّ (۱)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تو اپنے بھائی کے ہاتھ پھل بیچے پھر اس باغ پر کوئی آفت آ جائے تو تجھے جائز نہیں کہ تو اس سے کچھ لے۔ بھلا تو اپنے بھائی کا مال بغیر حق کے کیسے لے سکتا ہے۔

۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ : نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحِصَاةِ وَبَيْعِ الْغَرَرِ (۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الحصاۃ اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔

۳۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْتَرِطِ السَّمَکَ فِی الْمَاءِ فَاِنَّهُ غَرَرٌ (۳)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: ''مچھلی کو پانی میں مت خریدو، کیونکہ یہ دھوکہ ہے۔

۴۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ : قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّجْشِ (۴)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع فرمایا

۵۔ عَنْ عَلِیٍّ : قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ اَنْ تَدْرُکَ (۱)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاچاری آدمی کی سودہ بازی سے، اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ اور پھلوں کی، ان کے پکنے سے پہلے بیع کرنے سے بھی

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

منع فرمایا۔

ذیل کی احادیث میں پھلوں کے پکنے سے قبل سودا بازی کی ممانعت کی وجہ سے بیان کی گئی ہے جو سراسر انسانی ہمدردی پر مبنی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

عَنْ اَنَسٍ : قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی تُزْهِیَ قِیْلَ وَمَا تُزْهِیَ قَالَ حَتّٰی تَحْمَرَّ وَقَالَ اَرَاَیْتَ اِذَا مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ بِمَ یَاْخُذُ اَحَدُکُمْ مَالَ اَخِیْهِ (۲)

حضرت انسؓ نے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کے خوش رنگ ہونے سے قبل ان کی بیع سے منع فرمایا۔ پوچھا گیا خوش رنگ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا: یہاں تک کہ سرخ ہو جائیں۔ پھر فرمایا۔ بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ اس کا پھل روک دے تو پھر شخص کس چیز کے بدلے اپنے بھائی کا مال لیتا ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ : قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الْعِرْبَانِ (۳)

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عریان سے منع فرمایا۔

ہمارے معاشرے میں اس ''بیع عربان'' کا بہت رواج ہے۔ پلاٹوں کا مکانوں اور زمینوں کے جتنے سودے ہوتے ہیں اور بیعانہ اشام جو کئے جاتے ہیں۔ ان سب میں بیعانہ کی ضبطی والی شرط سرکاری دستاویز کا جزو لاینفک ہوتی ہے۔ یہی حال دوسرے سودوں میں بھی پڑتا ہے۔ اگر خریدار کسی مجبوری کی وجہ سے رقم بروقت مہیا نہیں کر سکا تو اس کی بیعانہ کی رقم ضبط کر لینا انتہا درجہ کی سنگدلی اور خودغرضی ہے۔ اسی وجہ سے اس بیع کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر بائع اپنی کسی مجبوری کی بناء پر چیز مہیا نہیں کر سکا اور اس کے پاس مہیا نہ کر سکنے کا معقول عذر ہے تو اس پر وصول کردہ بیعانہ کے ساتھ اتنی زائد رقم کا تاوان نہ پڑنا چاہیے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ : ☆ قانونِ شریعت کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

تجزیہ بیمہ پالیسی

اب اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ بیمہ پالیسی تین بڑے بڑے جرائم سے ترکیب پاتی ہے۔ یہ بات تو صاف واضح ہے کہ یہ سودی کاروبار ہے۔ جس کی حرمت میں کسی قسم کا شک نہیں اور جو شرط قمار یا جوا سے متعلق ہیں، ایک آدمی ایک آدھ قسط ادا کرنے کے بعد جاں بحق ہو جاتا ہے تو اس کی ادا کردہ رقم سے کئی گناہ زائد رقم اسے کیونکر مل جاتی ہے۔ تھوڑی سی محنت کے بعد اتفاقی طور پر بہت زیادہ رقم کا مل جانا اسی کا نام قمار اور جوا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی مجبوری کی بناء پر اپنی اقساط جاری نہیں رکھ سکتا تو شریعت اس کی جمع شدہ رقم ساری یا اس کا کچھ حصہ ضبط کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ جوا اور سود کے علاوہ بیمہ میں جو مزید شرعی قباحت ہیں، وہ یہ ہے کہ معاملہ کرتے وقت نہ بیمہ دار کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتنی اقساط ادا کرے گا اور نہ بیمہ کمپنی کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا وصول کر سکے گی اور اسے کیا کچھ ادائیگی کرنا پڑے گی۔ لہٰذا یہ سودا بازی بیع غرر ہوگی۔ جو قطعاً ناجائز ہے۔

درسِ قدوری

فقہِ حنفی کی معروف درسی کتاب مختصر القدوری کا

اردو ترجمہ وتشریح

ازقلم: علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب گیلانی

دیدہ زیب چرمی جلد، کمپیوٹرائزڈ کمپوزنگ عمدہ طباعت ہدیہ ۲۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ اشاعتِ تبلیغِ اسلام محلّہ قاضی خیلاں بازار کلاں پشاور

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆